(Common Word) - حبیب بن حافظ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،،،

اس مقام پر، اس انداز میں ہونے والے اس اجتماع پر ہم اللہ کے شکر گزار ہیں جو اسلام اور اہل اسلام کی عظمت و رفعت کے سلسلے میں منعقد ہو رہا ہے۔ اسلام کے پاس پوری دنیا کے باسیوں کے لیے رحمت اور اعلیٰ ترین اخلاق کا پیغام ہے۔ اس دینا میں بسنے والی مخلوق کی دو قسمیں ہیں ایک جن کے پاس حقیقی عظمت و رفعت اور دوسری وہ جن کے پاس خیالی اور وہمی رفعت و عظمت ہے۔ دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ جس کے پاس حقیقی عظمت و رفعت ہے۔ وہ دوسروں کو بھی اس عظمت و رفعت کی دعوت دیتے ہیں۔ عظمت و رفعت کا حصل ان کے لیے آسان بناتے ہیں۔ جس شخص کے پاس حقیقی عظمت و رفعت ہوتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دوسرے بھی اس عظمت و رفعت کو حاصل کریں۔ اور ایسا شخص اپنی ذات میں سراپا انکسار و تواضع بن جاتا ہے۔ یہ صفت پائی جاتی تھی انبیاء و مرسلین میں۔ اللہ کی ان گنت رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ان پر۔ اور یہی صفت ہوتی ہے ان نبیوں اور رسولوں کے پیروکاروں میں۔

جس شخص کے پاس خیالی اور وہمی عظمت و رفعت ہو۔ اس شخص کا غرور و تکبّر حد سے ہوا ہوتا ہے۔ اس کے بد اثرات اور خرابیاں دوسروں پر پڑتی ہیں ۔قرآن نے بد دماغی اور غرور و نخوت و تکبر کو جہنم کے ساتھ مربوط کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ______ ''کیا غرور و تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے۔؟'' حقیقی عظمت و رفعت کے طلبگار خود کو شہوت پرستیوں، نفس پرستیوں اور اپنی خواہشوں کی آسودگیوں ہی تک محدود نہیں کر لیتے۔ وہ زمین پر رہتے ہوئے خود کو آسمان سے الگ نہیں کرتے۔ ان کا مطمح نظر صرف یہ فانی دنیا ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی نظر آخرت تک ہوتی ہے۔ ان کے جدّ امجد سیدنا آدم علیہ السلام نے اس دنیا میں آنے سے پہلے اپنی ابتدائی زندگی آسمانوں پر گزاری تھی۔ اور زمین پر بھی ان کا طرزِ زندگی آسمان ہی سے نازل کردہ تھا۔ اور اس طرزِ زندگی کا مقصد یہی تھا کہ اس دنیا کے بعد والی دنیا یعنی آخرت کی تیاری کی جائے۔ وہ زمین پر اللہ کی خلافت کے مظہر اوّل تھے ان کے سارے بیٹوں کی عظمت و رفعت اس میں ہے کہ ان کو بھی اس خلافت میں سے حصہ ملے۔

اللہ نے سارے نبیوں اور رسولوں کو اسی لیے بھیجا کہ اپنی اس رحمت کو زیادہ سے زیادہ عام کر دیں۔ ساری مخلوق کو اس حقیقی عظمت و رفعت سے آشنا کر دیں۔ اور ان سب کے آخر میں اس کو مبعوث فرمایا جو ان سب میں سے سب سے عظمت و رفعت کا حاصل ہے۔ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عالی مقام ہے۔ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ لہٰذا اس کے پیروکا تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان

رکھتے ہیں۔ اوران کا تعلق وربط ہر شخص سے جو کسی بھی نبی کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اختلاف کے باوجود ایک خاص قوم کا تعلق وربط ہے ان تمام لوگوں سے جو نبیوں اور رسولوں کی عزت وتوقیر کرتے ہیں۔ جو کسی بھی نبی یا رسول کے پیروکار ہیں۔

اسی وجہ سے قرآن کریم میں جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات بیان فرماتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں تحریف تفسیر کی ہے۔ کتابوں کی عبارات کو بدل ڈالا ہے۔ وہیں اہل کتاب کی خصوصیات کو بھی بیان فرمایا ہے۔ ان میں جو لوگ اپنے مذہب پر قائم ہیں، اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ ان کی تعریف وتوصیف کی ہے ارشاد خداوندی ہے

"________________" اور اہل کتاب میں سے کچھ لوگ وہ بھی، جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف نازل کیا گیا۔ اور اس پر اور اس پر جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ سے ڈرنے والے ہیں وہ اللہ کی آیات کو تھوڑی قیمت پر بیچنے والے نہیں۔ اللہ کا امر ان کے پروردگار کے پاس ہے۔" اور جو لوگ اپنے رسول کے طریقے پر ثابت قدم رہے۔ ان کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ "____________ ترجمہ سارے اہل کتاب برابر نہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو رات رات بھر کھڑے اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں۔ اور سجدے کرتے ہیں وہ اللہ پر روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں نیک کاموں میں جلدی کرنے ولے ہیں اور وہ نیک (صالح) لوگ ہیں"

یہ اللہ کی طرف سے ان کی عظم الشان تعریف ہے۔ وہ اس طرح کہ ہر مسلمان کی تمنّا وآرزو ہے کہ وہ ان کے ساتھ ہو کیونکہ نبیوں نے اپنی تعلیمات میں ہمیں یہی سکھایا ہے کہ ہم خود صالحین "نیکوکاروں" میں شامل کرنے کی خواہش وآرزو کریں۔ سو باوجود اس بات کے کہ ان میں سے اکثریت نے اپنی کتابوں کو بدل ڈالا، ان کی تحریف کی، آسمانوں سے نازِل شدہ تعلیمات اور انبیاء کے درمیان روابط کو استوار نہ رکھا، ان کو ایک خاص پیرائے میں خطاب فرمایا اور کچھ مخصوص احکامات نازل فرمائے۔ تاکہ ان لوگوں کے درمیان اور نبی کرم، حضرت محمد ﷺ کے پیروکاروں کے درمیان تعلق وربط رہے۔ سو محمد ﷺ کے پیروکاروں سے کہا گیا وہ دوسروں سے حسن تعمل کریں خواہ وہ ملحد (بے دین) ہی کیوں ن ہوں ان کو ایسے انداز مین مخاطب کرین جس میں غرور وتکبر نہ۔ شر اور برائی کی نیت نہ ہو۔ بلکہ اس میں انصاف ہو کہ دوسرے کی ہدایت کی امید وخواہش ہو۔ جو عظمت ورفعت اللہ نے مسلمانوں کو عطا کی ہے وہ عظمت ورفعت ان کو بھی عطا کرنے کا جذبہ ہو۔

اس انداز واسلوب کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم پوچھتے ہیں کہ اس عظمت ورفعت کے بارے میں ہم مسلمان کس جگہ کھڑے ہیں جو گفتگو ہم نے سنی، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آج دنیا کے بڑے بڑے عقلاء، دانشور مختلف ادیان ومذاہب، بلکہ وہ وہ لوگ بھی جو کسی دین پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس بات کی ضرورت محسوس کرنے لگے ہیں کہ آج انسان کو ویسا بنا دیا جائے جو اس دین میں پیش کیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس کی ایک راہ نکال دی ہے۔ کچھ ایسے حضرات کو متعین فرما دیا ہے جو آج اسلام کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جو آج قلوب واذہان میں اس بات کی ضرورت کا احساس پیدا کر رہے ہیں کہ کس طرح سے وہ صفات پیدا ہوں جو اس دین میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جن کا ظہور وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ ان لشکروں کے ذریعے اللہ اس دنیا میں اپنے دین میں اپنے دین کی تجدید فرماتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو گہری غفلت سے بیدار کرنے کے لیے یہ مخفی لشکر مصروف عمل ہے۔ ہم اپنی اس غفلت ولاپروائی پر غور وفکر کرنا چاہیے۔ اور یہ بات نہیں بھولنی چاہیے۔ کہ ابھی تک امت میں ایسے دل باقی ہیں جو اللہ سے ملے ہوئے ہیں۔ جو اللہ سے کیے گئے عہد کو وفا کرنے والے ہیں۔ وہ سرچشمہ جس سے یہ عظمت حاصل کی گئی وہ ذات خداوندی کے ساتھ تعلق وربط ہے۔ یہی وہ عظیم الشان سرچشمہ ہے جس سے امت حقائق کو حاصل کرتی ہے۔ جہاں روحوں کا ملاپ ہوتا ہے مومنین کی اروح کو اس سرچشمہ سے دھویا جاتا ہے۔ جس کے بعد ان میں بصیرت پیدا ہو جاتی ہے ایک شعور اجاگر ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے اردگرد کے لوگوں سے احسن انداز میں مخاطب ہوتے ہیں۔

مجھ سے پہلے جن مشائخ کرام نے یہاں گفتگو کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی قلبی غفلت کی وجہ سے دنیا میں عجیب وغریب چیزوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ لہذا دل مسلم کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے شاید آج کی گفتگو کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ ہماری آواز پورے کرۂ ارض تک کیوں نہیں پہنچ رہی۔ جبکہ مخالفِ اسلام آوازیں جب اس کرۂ ارض پر اٹھتی ہیں تو ان کی گونج دور دور تک سنائی دیتی ہے۔ ایسی صدائیں اٹھنے لگتی ہیں جو ان سے ہم آہنگ ہوتی ہیں۔ ہم نے اس تناسب کو بھی سنا جس کا ذکر مفتی مصر الشیخ علی جمعہ نے کیا۔ اللہ ان کی عمر میں عافیت کے ساتھ برکت عطا فرمائے۔ آپ نے ان آیات واحادیث کا ذکر کیا جن میں اخلاق، ایسے اخلاق جو ایمان پر مبنی ہوں۔ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ان کا تناسب کیا ہے۔؟ ہم پوچھتے ہیں ان مسلمانوں کا تناسب کا یا ہے جن کو اس بات کا ادراک واحساس ہے۔؟ جنہیں اس بات کا شعور ہے کہ انہیں مخاطب کیا جا رہا ہے۔ ان کا تناسب کیا ہے جو غفلتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جنہیں یہ شعور تک

نہیں کہ انہیں کیا کچھ کرنا ہے۔ ان کی زندگی کا کوئی مقصد ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب آواز ان دلوں میں اٹھتی ہے جو اللہ کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں تو اس کی صدا ان تمام حدوں کو پار کر جاتی ہے۔ جہاں تک ذرائع ابلاغ اور وسائل نشر و اشاعت پہنچ سکتے ہیں۔ ہماری شریعت نے ہمیں ابلاغ میں استعمال ہونے والے آلات و وسائل کے استعمال کیا جائے۔ لیکن ان پر بھروسہ نہ کیا جائے۔

ہماری امکانیات کتنی محدود کیوں نہ ہوں، اگر ہم اپنے مالک و خالق کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ تو ان وسائل و ذرائع کی کمی کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی قدرت سے پورا فرما دیں گے۔ قدرتِ خداوندی سے ایسی نصرتِ غیبی حاصل ہوگی۔ جو ان تمام آلات و وسائل سے برتر و بالا ہوگی۔

ہم اپنے آقا و سردار، اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی طرف دیکھتے ہیں مثال کے طور پر جب آپ طائف سے واپس تشریف لاتے ہیں۔ جہاں آپ پر پتھر برسائے گئے۔ آپ کی دعوت کو مسترد کیا گیا۔ تو اس موقع پر آپ کے ظاہری، سامان اور امکانیات بہت تھوڑی اور محدود تھیں۔ لیکن آپ کی دعوت کی تاثیر فرشتوں تک پہنچی۔

پہاڑوں کا فرشتہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو ان کو ان دونوں کے درمیاں پیس کر رکھ دوں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اس دین کو اختیار کریں گے۔ یعنی میری یہ آواز امکانیات کی کمزوری کے باوجود ان نسلوں تک پہنچے گی تو ابھی اپنے باپوں کی پشتوں میں اور اپنی ماؤں کے رحموں میں ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ نسل جب جنم لے گی تو اس دین کو اختیار کرے گی۔ ان لوگوں پر نہیں تو ان کی اولاد پر میری دعوت کا اثر ہوگا۔ اور پھر ویسا ہی ہوا جیسا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

سو خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں جو اسباب مہیا کیے ہیں۔ جو وسائل عطا کیے ہیں ہماری کارکردگی اور ہمارا بدلہ اس کے مطابق نہیں۔ اللہ نے ہمیں جتنے وسائل و ذرائع دیئے ہم نے اس کے بدلے میں تھوڑا دیا۔ ہماری کارکردگی ناقص رہی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بہت کچھ ہمارے لیے مسخر کر رکھا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر کی حالت کا صحیح صحیح ادراک کریں۔ اور اس بات پر غور کریں کہ ہم کس طرح اپنی زندگی میں اپنے واسائل کو زیادہ سے زیادہ دین کے رستے میں بروئے کار لا سکتے ہیں۔

آج مسلمان گھرانوں میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو اس برے طریقے سے پس پشت ڈالا جا رہا ہے کہ اخلاق تباہ ہو گئے ہیں نبی

کرم ﷺ کی تعلیمات کوفراموش کردیا گیا۔اسی کا نتیجہ ہے کہ آج کافر نبی کریم ﷺ کا ذکر استہزاء کے انداز میں کرنے لگے ہیں لیکن جیسا کہ بوسینیا کے مفتی صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا۔کہ ایسا کرنے سے یہ لوگ نبی کریم ﷺ کی شان میں کوئی کمی نہیں کر سکتے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہمیں اپنی کوتاہیوں کو دیکھنا چاہیے یا نہیں اپنے اردگرد کو دیکھنا چاہیے یا نہیں۔؟ ہمارا معاملہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ہے۔ہمیں اپنی وقتوں اور صلاحیتوں کو دیکھنا چاہیے۔کیا ہمیں انفرادی طور پر اور جماعتی طور پر اپنی ذمہ داریوں کا احساس وشعور ہے؟ اس جامعہ میں ان عظیم الشان علماء کے ساتھ ہمارا جمع ہونا اللہ کی دوستی کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔اس جامعہ میں پڑھنے وال اگر مسلمان ہے تو، یا اس کی فطرت اور عقل میں خیر ہے تو اسے اس موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔اور اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے۔اسے سوچنا چاہیے کہ امت کے بارے میں اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔؟ اور یہ بھی اللہ کی طرف سے حسن تدبیر اور حسن انتظام ہے۔کہ اس جامعہ میں الشیخ عبدلکریم مراد جیسے مدرس موجود ہیں۔جو اسلام وایمان کی اس قوت کے حاصل ہیں جو عظمتِ اسلام کے شایان شان ہے۔جنہیں سند متصل کے ذریعے اسلام کا وہ فہم عطا ہوا ہے۔اپنے ماحول اور حالات حاضرہ کی وہ سوجھ بوجھ عطا ہوئی ہے جو ایک مسلمان کو ہونی چاہیے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ اس منصوبے پر کام شروع کردیا جائے۔جیسے مسلمان علماء نے''کلمۃ سواء''(وہ بات جو ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان مشترک ہے)کے نام سے پیش کیا ہے۔اور مسیحی حضرات کی طرف سے بہت بڑی تعداد میں اس کو خوش آمدید کہا گیا ہے۔باہمی مفاہمت اور ایک دوسرے سے قریب ہونے کی ضرورت کا احساس پیدا ہو چلا ہے۔اللہ نے اس کا موقع پیدا کردیا ہے۔

اس بات پر سوچ بچار کیجیے۔کہ ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کیا جائے۔اس وحی کی روشنی میں جو قرآن پاک میں نازل ہوتی ہے۔یا جو انجیل میں نازل ہوتی ہے۔قرآن وسنت کے بارے میں جو قرآن پاک میں نازل ہوتی ے یا جو انجیل میں نازل ہوتی ہے۔قرآن وسنت کے بارے میں تو ہم یہ بات جانتے ہیں کہ اس کی حفاظت وصیانت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن دوسری کتابوں میں تبدیلی اور تحریف کا عمال ہو چکا ہے۔اس کے باوجود اس میں اصل وحی سے متعلق مواد موجود ہے۔جو کہ مختلف مذاہب کے درمیاں پیدا ہونے والے اختلافات کے خاتمے کے لیے کافی ہے۔انسانیت کو ان لڑائیوں سے بچایا جاسکتا ہے۔جن کے نقصانات تو بہت ہیں لیکن فوائد کچھ نہیں۔اگر معاملہ مفاہمت اور ایک دوسرے سے قریب کے طریقے سے حل کیا جائے۔

ہم اللہ کے بزرگ و برتر سے دعا گو ہیں کہ اللہ ان ملاقاتوں اوران اجتماعات میں برکت عطا فرمائے۔ ہمارے دلوں کو ایمان اوریقین سے بھر دے دلوں میں نبیوں اور رسولوں کے ساتھ جمع ہونے کے شوق سے روح پھونک دے۔ بالخصوص سب سے برگزیدہ اور آخری نبی امین سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ ملاقات کا شوق پیدا فرمادے آپ نے گھرانے سے، آپ کی پاکیزہ بیٹیوں اور ازواج مطہرات جو کہ مومنین کی مائیں ہیں ملاقات کا شوق پیدا فرمادے۔ اس وقت تک کوئی شخص اس دین کی صحیح طور پر خدمت نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کے دل میں ان ہستیوں کی ملاقات کا شوق نہ ہو۔ آپ کے اہل بیت اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے ساتھ حوض کوثر پر ملاقات کا شوق نہ ہو۔ کوئی خاتون اس وقت تک اس کی صحیح خدمت نہیں کرسکتی جب تک کہ اس دل میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا امہات المومنین سب سے پہلے لے جانے والی خواتین، مہاجرات اور انصاریات سے ملاقات کا شوق اور امنگ نہ ہو۔ ہمیں خدائے رحمٰن کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے اور دعا کرنی چاہیے کہ پروردگار مسلمانوں کے دلوں میں ان حقائق کو زندہ فرمادے۔ اللہ ہماری طرف اپنی فوری مدد بھیجے کہ جس سے اس کی برکتیں اور رحمتیں ہر طرف پھیل جائیں۔

اے اللہ ہمارے اس جمع ہونے کو مبارک بنادے اس کے اثرات زیادہ سے زیادہ ہمارے اندر اور ہمارے ماحول میں پیدا فرما دے۔ پوری امت کو اس کے اثرات سے مستفید فرمادے۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

معافی چاہتا ہوں آپ کا بہت وقت لے لیا۔